بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الوعظ والتذکیر

سلسلۂ اِشاعت: (۲۷)

ماہِ محرم اور ذکرِ شہادت

خطاب:

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

اُستاذ حدیث ونائب مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

جمع وضبط:

(مفتی) انعام الحق قاسمی حیدرآبادی

ناشر

المركز العلمي للنشر والتحقيق

لال باغ مرادآباد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ. [الذّٰریٰت: ۵۵]

(اور مسلسل نصیحت فرماتے رہیے؛ کیوں کہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے)

کتاب الوعظ والتذکیر

سلسلۂ اِشاعت: (۲۷)

- موضوعِ خطاب : ماہِ محرم اور ذکرِ شہادت
- خطاب : حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
- مقام : جامع مسجد کرائیڈن (Croydon) لندن (یوکے)
- تاریخ : ۵؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق ۸؍نومبر ۲۰۱۳ء قبل نماز جمعہ
- دورانیہ : ۳۸؍منٹ
- جمع وضبط : (مفتی) انعام الحق قاسمی حیدرآبادی

- آڈیو بیانات سننے کے لئے درج ذیل ویب سائٹ ملاحظہ کریں:

www.attablig.com/MUFTI-SALMAN

(مولوی محمد جنید پٹیل، جامعہ حقانیہ کٹھور، گجرات)

- الحمدللہ ہر اتوار کو رات میں ۱۰؍بجے ''التذکیر یوٹیوب چینل'' پر ''درسِ قرآن'' اور ''دینی رہنمائی'' کا پروگرام نشر کیا جاتا ہے، لنک درج ذیل ہے:

www.youtube.com/c/AL-TAZKEER

(مفتی سید محمد ابوبکر صدیق منصور پوری 8791034667)

الحمد لله نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن بهٖ ونتوكّل عليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل لهٗ، ومن يضلل فلا هادي لهٗ، ونشهد أن لا إلٰه إلا الله وحده لا شريك لهٗ، ونشهد أن سيدنا وحبيبنا وسندنا وشفيعنا وإمامنا ومولانا محمدًا عبده ورسوله، صلى الله تبارك وتعالىٰ عليه وعلىٰ آلهٖ وأصحابهٖ وذرياتهٖ وبارك وسلّم تسليمًا كثيرًا كثيرًا، أما بعد.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ، فَمِنْهُم مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنتَظِرُ، وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيْلاً. [الأحزاب: ٢٣] صدق الله مولانا العلي العظيم.

(ترجمہ:- ایمان والوں میں سے کتنے مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا گیا اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، پھر کوئی تو اُن میں سے اپنا ذمہ پورا کر چکا اور کوئی انتظار میں ہے، اور اُنہوں نے ایک ذرہ بھی تبدیلی نہیں کی)

عاشوراء کے دن کی فضیلت

محترم بھائیو اور بزرگو! اِسلام میں کچھ اَوقات ایسے ہیں جن کی فضیلت عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ ہے، جیسے رمضان المبارک کا پورا مہینہ خیر و برکت اور رحمت کا ہے، اِسی طرح ذی الحجہ کے شروع کے دس دن بھی اپنی جگہ بڑی اَہمیت اور فضیلت رکھتے ہیں، اِنہی بابرکت اَیام میں ایک دن دسویں محرم کا بھی ہے جس کو ''یومِ عاشوراء'' کہا جاتا ہے۔

سرورِ عالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں آپ نے یہ دیکھا کہ یہودی لوگ دسویں محرم کو روزہ رکھتے ہیں، تو پیغمبر علیہ السلام نے معلوم کرایا کہ اُن سے پوچھو کہ یہ دسویں تاریخ کو روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ تو اُنہوں نے کہا کہ اِس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی، اس کی یاد دہانی اور شکر گذاری کے طور پر ہم یہ روزہ رکھ رہے ہیں، تو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''نَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلیٰ بِمُوْسیٰ مِنْکُمْ''. (یعنی ہم تمہارے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں، اور روزہ رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں) پھر آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اُس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (مسلم شریف ۱/۳۵۹)

رمضان المبارک کا روزہ فرض ہونے سے پہلے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پابندی کے ساتھ عاشوراء کا روزہ خود بھی رکھتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اِس کی تاکید فرماتے تھے۔ (مسلم شریف حدیث: ۱۱۲۸)

نیز نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اِرشاد عالی ہے کہ: ''جو شخص عرفہ (۹/ذی الحجہ) کے دن روزہ رکھے، تو یہ سالِ گذشتہ اور سالِ آئندہ کے لئے کفارہ بنے گا، اور اگر کوئی شخص یومِ عاشوراء کا روزہ رکھے تو گذشتہ سال جو گناہ ہوئے ہیں اُن کے لئے کفارہ ہوگا''۔ (ترمذی شریف ۱/۱۵۸)

پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ: ''اگر اگلے سال زندہ رہے تو ہم نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے''۔ (تاکہ یہودیوں سے مشابہت نہ رہے) راوی کہتے ہیں کہ اگلا سال آنے

سے پہلے ہی آپ کی وفات ہوگئی۔(مسلم شریف ۱/۳۵۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِسی خواہش کی بناء پر فقہاء لکھتے ہیں کہ عاشوراء کے ساتھ ۹ ریا ۱۱ رتاریخ کا روزہ ملالینا بھی مستحب ہے۔(الدر المختار مع الشامی ۲/۴۱۶ کراچی)

یومِ عاشوراء میں گھر والوں پر وسعت کی فضیلت

اور ایک ضعیف روایت میں یہ مضمون وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر کھانے پینے (وغیرہ) میں وسعت کرے، تو اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ سال بھر اُس کی روزی میں وسعت فرمائیں گے‘‘۔(رواہ البیہقی فی شعب الایمان حدیث:۳۷۹۵، الترغیب والترہیب مکمل حدیث:۱۵۵۶)

اور اگر اِس دن روزہ ہو تو سحری اور افطار میں عام دنوں سے کچھ زیادہ اہتمام کرلیا جائے، کھانا پکا کر رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو بھیج دیا جائے، اور غرباء کو بھی تقسیم کیا جائے، تو اُمید ہے کہ یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی۔

حضرات حسنینؓ سے محبت کا حکم

اَب اِس تفصیل سے یہ پتہ چلا کہ عاشوراء کا دن پہلے ہی سے اسلام میں مقدس اور باعظمت سمجھا جاتا رہا ہے، یہ نہیں کہ بعد میں اِس کی کوئی فضیلت ظاہر ہوئی ہو؛ بلکہ یہ فضیلتیں پہلے سے ہی ثابت ہیں۔

لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ ہم سب کی آنکھوں کے تارے اور سرورِ عالم، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور لاڈلے نواسے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ بھی اِسی یومِ عاشوراء کو ’’کربلا‘‘ میں پیش آیا۔

بلاشبہ آپ کی مظلومانہ شہادت ہم سب کے لئے تکلیف اور غم کا باعث ہے، اِس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اور ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ سبھی اہل بیت بالخصوص حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے قلبی تعلق رکھے؛ اِس لئے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم علیہ السلام نے اُن دونوں کو جمع کر کے یہ دعا فرمائی تھی: ”اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا“. (سنن الترمذي / أبواب المناقب ۲۱۷/۲) (اے اللہ مجھے اِن دونوں بچوں سے محبت ہے آپ بھی اِن سے محبت کیجئے، اور جو اِن سے محبت رکھے اُن سے بھی آپ محبت فرمایئے)

لہٰذا جو اللہ کا محبوب بننا چاہتا ہے اُس کے لئے لازم ہے کہ وہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے دلی تعلق رکھے، اِس میں کوئی دورائے نہیں ہے۔

لیکن سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کو اِس انداز میں بیان کرنا کہ اِسلامی تاریخ کی دیگر شہادتوں کے واقعات لوگوں کی نظروں سے اُوجھل ہوجائیں؛ یہ ہرگز مناسب نہیں ہے؛ بلکہ سبھی قربانی دینے والی شخصیات کی دل سے قدردانی ہونی چاہئے۔

دیگر شہداءِ اِسلام کا ذکر

اِسلامی تاریخ میں شہید ہونے والوں کی فہرست اتنی زیادہ ہے کہ اُس کا شمار نہیں کیا جاسکتا، شاید ہی سال کا کوئی ایسا دن ہو جس میں کسی نہ کسی عظیم شہادت کا واقعہ نہ پیش آیا ہو؛ لیکن اُن سب کو بالکل نظرانداز کر کے صرف ایک شہادت کے واقعہ کو ہی عوام میں رائج کرنا یہ کوئی اِنصاف کی بات نہیں ہے۔

لہٰذا ہمارا کہنا یہ ہے کہ شہادت کے جو واقعات دورِ نبوت میں پیش آئے، ہماری مجلسوں میں اُن کا بھی ذکر ہونا چاہئے۔

خاص طور پر اُن غزوات کا ذکر ہونا چاہئے جن میں بنفس نفیس سرورِ عالم، اِمام المجاہدین سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قربانیاں پیش کیں۔

سیدالشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

مثلاً: غزوۂ اُحد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے چچا سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، آپ کے ساتھ کافروں نے نہایت بہیمانہ سلوک کیا، جس کی بنا پر پیغمبر علیہ السلام کو حد سے زیادہ غم ہوا، اور آپ نے اُن کے متعلق اِرشاد فرمایا کہ: سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. (مجمع الزوائد ۲۷۵/۷) (یعنی میدانِ حشر میں تمام شہیدوں کی سرداری کا شرف سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوگا)

سوال یہ ہے کہ آج اُن کی شہادت کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ وہ بھی تو پیغمبر علیہ السلام کے نہایت چہیتے چچا ہیں؟

علاوہ ازیں اِسی غزوہ میں سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر ۶۹ صحابہ بھی شہید ہوئے۔ اُن میں سے بعض ایسے تھے کہ جن کی شہادت کے بعد زخموں کی کثرت کی وجہ سے پہچان بھی نہیں ہو پارہی تھی، اُن کی شہادت کا ذکر کیوں نہیں ہے؟

شہداء احد کی قبروں کی زیارت کے لئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر جمعرات کے دن احد تشریف لے جاتے اور اُن شہداء کے لئے دعا فرماتے تھے۔

لیکن افسوس ہے کہ آج اِن عظیم شہادتوں کا ہمارے معاشرہ میں عام طور پر تذکرہ نہیں کیا جاتا۔

بیر معونہ کے شہید حفاظ کا ذکر

نبی اکرم علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص ''ابو براء عامر بن مالک'' حاضر ہوا، اور اُس نے یہ گذارش کی کہ آپ اہل نجد کی طرف اپنے کچھ صحابہ دعوتِ دین کے لئے میرے ساتھ روانہ فرمائیں، مجھے اُمید ہے کہ وہ لوگ اِسلام لے آئیں گے، چناں چہ آپ نے ۷۰/ انصاری صحابہ کو منتخب کرکے اُن کے ساتھ کردیا، جو سب قرآنِ کریم کے حافظ اور قاری تھے۔

مگر اُن کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا کہ اُنہیں ''بیر معونہ'' نامی مقام پر ''عامر بن طفیل'' کے

اِشارے پر ''بنوسُلیم'' سے تعلق رکھنے والے چند قبائل (عصیہ ،رعل اور ذکوان) کے لوگوں نے گھیر کر نہایت سنگ دلی کے ساتھ شہید کرڈالا ۔(سیرۃ المصطفیٰ ۲/۲۶۷-۲۶۸)

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر ملی تو آپ پر اتنا غم ہوا کہ آپ نے قنوتِ نازلہ میں اُن شہید کرنے والے قبائل پر ایک مہینے تک بددعا فرمائی ۔(بخاری شریف/کتاب المغازی ۲/۵۸۶-۵۸۷)

تو ہماری مجلسوں میں اِن عظیم شہیدوں کا بھی ذکر ہونا چاہیے ۔

سیدنا حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کا ذکر

اور غزوۂ موتہ کے اندر پیغمبر علیہ السلام کے چچازاد بھائی اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سگے اور حقیقی بھائی سیدنا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کمالِ بہادری کا ثبوت دیا؛ حتیٰ کہ جب اُن کے دونوں بازوں کٹ گئے ،تب بھی اُنہوں نے اِسلامی جھنڈے کو گرنے نہیں دیا؛ تا آں کہ جامِ شہادت نوش کیا، بعد میں دیکھا گیا کہ اُن کے جسم پر ۹۰/سے زیادہ تیر اور تلوار کے زخم تھے، اور یہ سب سینے کی جانب تھے، پیٹھ پر کوئی نہ تھا۔ اور پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ اُڑتے ہوئے دیکھا ہے''۔(ترمذی شریف حدیث: ۳۷۶۳،الاصابہ ۱/۵۹۳ دارالکتب العلمیہ بیروت،المستدرک للحاکم ۳/۴۳)

اِسی لئے اُن کا لقب ''جعفر طیار'' رکھا گیا۔ اور پیغمبر علیہ السلام کو جب اُن کی شہادت کی خبر ملی ،تو آپ کو شدید صدمہ ہوا؛ کیوں کہ اُن سے آپ کو بہت خاص تعلق تھا۔

تو ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ دورِ نبوت میں ایسے پیش آمدہ واقعات کو کیوں بھلا دیا گیا؟ اور عام بیانات میں اُن کا تذکرہ کیوں نہیں کیا جاتا؟

اِسی طرح خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جھوٹے مدعی نبوت ''مسیلمہ کذاب'' سے جنگ ہوئی ،جس میں بڑی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ،اور ختم نبوت کی حفاظت کے لئے اُنہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

تو اِن واقعات کا مذاکرہ ہمارے معاشرے میں کیوں نہیں کیا جاتا ہے؟

خلیفہ دوم امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت

اِسی طرح اِسلامی تاریخ میں خلیفہ دوم اَمیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جو مقام ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں راز دارِ نبوت سیدنا حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ مجلس سے پوچھا کہ: ''اگر کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کے بارے میں بات سنی ہو تو وہ بیان کرے''۔

تو لوگوں نے عرض کیا کہ: ''ہاں! ہم نے سن رکھی ہے''۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''غالباً تم لوگ وہ فتنہ مراد لے رہے ہو، جو اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں کے ساتھ پیش آتا ہے''۔ لوگوں نے اِس کی تصدیق کی۔

اِس پر آپ نے فرمایا کہ: ''یہ تو ایسے فتنے ہیں کہ نماز، روزے اور صدقہ وغیرہ کی وجہ سے اُن کی تلافی ہوجاتی ہے؛ لیکن تم میں سے کس نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُن فتنوں کے بارے میں سنا ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح موج ماریں گے؟'' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''بقیہ حاضرینِ مجلس تو خاموش رہے؛ لیکن میں نے عرض کیا کہ مجھے اِس طرح کے فتنوں کے بارے میں معلومات ہیں''۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو شاباشی دی۔

اور پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اِرشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''لوگوں کے دلوں پر اِس طرح پے در پے فتنے پیش ہوں گے، جیسے چٹائی بنتے ہوئے تیلی پر تیلی رکھی جاتی ہے، پس جس دل میں وہ فتنے جذب ہوجائیں، تو اُس دل پر ایک کالا دھبہ لگ جائے گا، اور جو دل اُن فتنوں کو قبول نہیں کرے گا، اُس پر ایک سفید نقطہ لگ جائے گا، یہاں تک کہ (ساری دنیا کے لوگوں کے دل) دو طرح کے دلوں پر مشتمل ہوجائیں گے:

(۱) سنگِ مرمر کی طرح سفید اور چمک دار دل؛ جن کو کوئی فتنہ قیامت تک نقصان نہ پہنچا پائے گا۔

(۲) اور دوسرے مٹیالے کالے دل جو اُلٹے برتن کی طرح ہیں، جو نہ تو اچھی بات کو اچھی سمجھیں گے اور نہ بری بات کو بری؛ بلکہ صرف اپنی نفسانی خواہش پر چلیں گے''۔ (نعوذ باللہ)

اُس کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: ''اِن فتنوں اور آپ کے درمیان میں ایک بند دروازہ ہے، جسے عنقریب توڑ دیا جائے گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ: ''اچھا! کیا اُسے توڑا جائے گا؟ کیوں کہ اگر کھولا جاسکے، تو دوبارہ بند کرنا بھی ممکن ہے''۔

تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے تاکیداً فرمایا کہ: ''نہیں! بلکہ اُسے توڑا جائے گا، اور اُس دروازے سے مراد ایک شخص ہے جو شہید ہوگا یا وفات پائے گا، اور یہ بات جو میں نے بیان کی ہے، وہ کوئی گھڑی ہوئی نہیں ہے''۔ (بلکہ بالکل سچ ہے) (مسلم شریف، کتاب الایمان/ باب الاسلام بدأ غریباً ۱/۸۲ حدیث: ۱۴۳)

واضح ہو کہ اِس صحیح حدیث میں دروازہ ٹوٹنے سے مراد سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سانحۂ شہادت ہے۔ (شرح النووی علی مسلم ۱/۸۳)

اور دنیا جانتی ہے کہ اُن کی شہادت کے بعد اُمت پر فتنوں کے وہ دروازے کھل گئے ہیں جو اَب قیامت تک بند ہونے والے نہیں ہیں۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا فرماتے تھے کہ: ''اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ ''. (صحيح البخاري / كتاب فضائل المدينة رقم: ۱۸۹۰) (یعنی اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرمائیے، اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں وفات دیجئے)

تو لوگ حیرت کرتے تھے کہ بھلا مدینہ میں یہ بات کیسے پیش آسکتی ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور مدینہ منورہ میں ایک مجوسی کافر غلام ''ابولؤلؤ'' کے ہاتھوں آپ کی شہادت ہوئی۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ۴/۱۲۶ حدیث: ۱۸۹۰)

روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُن پر حملہ کرنے والے کا نام بتلایا گیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کیا کہ کوئی مسلمان میرے قتل میں ملوث نہیں ہے۔ (بخاری شریف/ باب قصۃ البیعۃ الخ ۱/۵۲۳ حدیث: ۳۷۰۰)

اور یہ وہ المناک شہادت ہے جس کے بعد سے آج تک مسلمانوں کو وہ عزت اور اجتماعیت نصیب نہیں ہوئی جو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حاصل تھی۔

اِس شہادت کا واقعہ بھی محرم کی پہلی تاریخ کو پیش آیا۔ تو اِسے آخر کیوں بھلا دیا گیا؟

خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

اِسی طرح خلیفہ ثالث امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود حضور اکرم علیہ السلام نے شہید ہونے کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔ (بخاری شریف حدیث: ۳۶۹۳)

اور تاریخ پڑھنے والے جانتے ہیں کہ کس قدر کسمپرسی اور مظلومیت کی حالت میں بدبخت باغیوں نے آپ کو مدینہ منورہ میں شہید کیا۔ (البدایہ والنہایہ ۷/۱۹۷ دار المعرفہ بیروت)

جو بھی آپ کے حالات پڑھتا ہے، تو اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوجاتی ہیں، اور دل بے چین ہوجاتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے اُس منظورِ نظر صحابی جلیل کو کیسی بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم اُن کی مظلومانہ شہادت کو بھلا کیسے بھلا سکتے ہیں؟

خلیفہ رابع سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت

اسی طرح خلیفہ رابع امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کا واقعہ بھی انتہائی المناک اور دردناک ہے۔ ملعون خارجی ''ابن ملجم'' نے کوفہ کی جامع مسجد میں فجر سے پہلے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا، جس سے سرمبارک پر کاری زخم آیا، جس کی تاب نہ لاکر آپ نے ۳ر دن بعد ۲۱ر رمضان المبارک ۴۰ر ہجری کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (سیدنا علی بن ابی طالب ۱۱۸۸/ ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی، اُردو)

اِس کے علاوہ بھی بے شمار واقعات ہیں جو تاریخ وسیر کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں، تو ہمیں چاہئے کہ حسبِ موقع اُن تمام شہیدوں کو یاد کریں، اور اُن کی قربانیوں کی قدر کریں۔

کسی ایک شہید کی شہادت کو ذکر کر کے بقیہ کو بالکل نظر انداز کر دینا اور ایسا ماحول بنانا کہ گویا اسلام میں شہادت کا صرف ایک ہی واقعہ پیش آیا ہے؛ یہ انصاف کی بات نہیں ہے۔

اللہ کے راستے میں جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے سبھی شہداء ہماری آنکھ کے تارے اور سر کے تاج ہیں۔

ہمارے دل میں درجہ بدرجہ سب کے لئے عظمت ہونی چاہئے، جس نے بھی جس طرح کی قربانی دین کے لئے پیش کی ہے وہ ہمارے لئے انتہائی قابل قدر ہے۔

اللہ تعالیٰ اُن سب کی قبروں کو نور سے منور فرمائیں، درجات بلند سے بلندتر فرمائیں، اور ہمیں دین پر استقامات نصیب فرمائیں، ہر طرح کی غلطیوں، گمراہیوں، بدعقیدگیوں اور بدعملیوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ